راجندر سنگھ بیدی
اور
ایک چادر میلی سی

ڈاکٹر عبدالحق حسرت

اعجاز پبلشنگ ہاؤس
۲۰۶۰- دریا گنج - نئی دہلی ۲

www.urduchannel.in

بیسویں صدی میں اردو ادب سلسلہ ۲

راجندر سنگھ بیدی
اور
ایک چادر میلی سی

ڈاکٹر عبدالحق حسرت

اعجاز پبلشنگ ہاؤس
۲۰۶۰- دریا گنج - نئی دہلی ۲

www.urduchannel.in

بارِ اوّل ——— ۱۹۸۸ء

تعداد ——— ۱۰۰۰

مطبع ——— مدینہ آفسیٹ پرنٹرس دہلی

قیمت ——— ۵ روپے

زیرِ اہتمام ——— سیّد اعجاز حسین

RAJINDER SINGH BEDI
Aur
EK CHADAR MAILI SI
(Dr. Abdul Haq Hasrat)
Rs.5/-

ناشر

اعجاز پبلشنگ ہاؤس

۲۰۶۰-کوچہ چیلان، دریا گنج، دہلی ۱۱۰۰۰۲

www.urduchannel.in

ایک چادر میلی سی اور اس کا مصنف

راجندر سنگھ بیدی کا یہ پہلا ناولٹ پنجاب کے مخصوص معاشرے کے ساتھ ساتھ سکھ گھرانے کے افراد کی معاشی اور معاشرتی زندگی، ان کی سوچ کے محور، ان کے رسم و رواج اور ذہنی نفسیات کا گہرا جائزہ ہے۔ زندگی، اس کی گہرائیاں، اس کے دکھ سکھ، معاشرے کے اثرات فرد پر اور فرد کے اثرات معاشرے پر، محبت و نفرت، گناہ اور نیکی، جینے کی خواہش، معاشی بدحالی، مذہب اور معاشرے کی ملی جلی تصویریں، عقائد کے نقشوں کی مختلف تصویریں ایک جال سا بنتی چلی جاتی ہیں اور اس ناولٹ کے کردار اپنی جگہ پر اپنی تمام تر صلاحیتوں اور بے ساختگی کے ساتھ اپنی حقیقی تصویریں ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں۔ زندگی اپنی تمام آلائشوں کے ساتھ، شد و مد اور شدت کے ساتھ، بھرپور واقعات، کردار اپنی تمام تر خامیوں اور خوبیوں کے ساتھ، اپنی اپنی سوچ اور مخصوص عقیدوں کے ساتھ قاری کے ذہن پر براہ راست اثر انداز ہوتے ہیں ہمیں سوچنے، سمجھنے، غور و فکر کرنے، زندگی کے مشاہدوں، تجربوں اور حالات و واقعات کی روشنی میں سنجیدگی سے توجہ دینے کی عام دعوت دیتے ہیں۔ ایک چادر میلی سی" اردو ادب میں حقیقت نگاری کی ایک شاندار مثال ہے۔

www.urduchannel.in

اس نچلے تلے انداز نے اردو ادب میں عام ناول نگاروں کو اس بات کا احساس دلایا ہے کہ زندگی کو سطحی نظر سے نہ دیکھا جائے۔ زندگی کو لیے دیے رکھنے والے انداز اور جھجک جھجک کر حقائق کو بیان کرنے سے حقیقت نگاری مجروح ہوتی ہے لیکن بیدی نے کہیں کہیں اس حقیقت نگاری کو اتنا زیادہ جارحانہ اور بے رحم کر دیا ہے کہ وہ باتیں شاید جن کی فنی نقطہ نگاہ سے اتنی ضرورت نہیں تھی وہ بھی نمایاں طور سے سامنے آگئی ہیں۔ وہ اس بے رحم جراحی کے پھکڑ پن میں بھی مبتلا ہو جاتے ہیں لیکن یہ کیفیت زیادہ دیر قائم نہیں رہتی اور وہ سنبھل جاتے ہیں پھر وہ اپنے مخصوص لہجہ میں بات کرنے لگتے ہیں۔ بیدی اپنے فن کو عروج پر پہنچانے کے لیے انسان کی ذہنی اور جنسی نفسیات پر اپنا سارا زور صرف کر دیتے ہیں۔ اس نفسیات کو صحیح طور پر پیش کرنے کے لیے انھیں حقیقت نگاری کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ زندگی کی کھردری حقیقتیں اسی طرح ابھر کر سامنے آتی ہیں کہ قاری خود بھی ان میں شریک ہو جاتا ہے۔

تلو کا ایک یکے والا ہے۔ وہ عقیدے کے لحاظ سے سکھ ہے اور نچلے طبقے کا ایک نمائندہ کردار ہے۔ وہ ایک عام محنت کش ہے۔ اس میں نچلے طبقے کے ایک سکھ کی تمام برائیاں موجود ہیں۔ وہ اَن پڑھ ہے۔ اکھڑ ہے اور گنوار ہے۔ گالیاں بکتا ہے۔ بیوی کو مارتا ہے۔ شراب پیتا ہے۔ اس میں ایک اور برائی ہے جس کا تعلق اس کی مخصوص ذات سے ہے بیدی نے اسے بھی اس کی معاشی بدحالی کے حوالے سے پیش کیا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں عام ترقی پسندوں کی طرح انھوں نے یہاں ٹھوکر کھائی ہے۔ وہ کسی نہ کسی خوب صورت عورت یا لڑکی کو جو کہ جاتری ہوتی ہے چوہدری کی دھرم شالہ میں لے جاتا تھا اور وہاں چوہدری اس عورت کے ساتھ وہ سب کچھ کرتا جو اس قسم کے خبیث انسانوں کی فطرت ہوتی ہے اور

www.urduchannel.in

اس طرح تلو کے کو سارے دن کی مزدوری کے برابر رقم مل جاتی تھی۔ میں سمجھتا ہوں اس سے معاشی بدحالی کا کوئی تعلق نہیں۔ یہ اس کی اپنی عادت ہے جب کہ وہ یہ بھی بخوبی جانتا ہے کہ یہ ایک بہت بڑا پاپ ہے۔ تلو کے کی یہی ہوس آخر کار اس کی جان لے لیتی ہے۔ وہ ایک بارہ تیرہ سال کی جاتری کو چوہدری کے ہاں پہنچا دیتا ہے۔ چوہدریوں کو تو سات سات سال کی جیل ہو جاتی ہے لیکن کمسن جاتری کا بھائی تلو کے کو قتل کر دیتا ہے۔ کہانی تلو کے کے قتل کے بعد اور بھی زیادہ دلچسپ مراحل میں داخل ہو جاتی ہے لیکن کہانی کے آخر کے سارے واقعات محض بھرتی کے اور فلمی انداز کے ہیں کہانی جس شان دار انداز سے شروع ہوئی تھی اس کا ارتقاء اور اختتام بھی اسی انداز سے ہونا چاہیے تھا۔ واقعات اچانک ظہور پذیر ہوتے ہیں اور اپنے منتقی نتائج کو پہنچے بغیر ختم ہو جاتے ہیں۔ ان اچانک واقعات کا مقصد قاری کو اچنبھے میں ڈال کر سحر زدہ کرنا ہوتا ہے اور اخلاقیات کے اصولوں کے تحت اسے یہ باور کرانا ہوتا ہے کہ برائی کا انجام ہمیشہ برا ہوتا ہے۔ یہ صحیح بھی ہے لیکن منتقی انداز میں ارتقائی منازل کا بھی خیال ذہن میں رکھنے کی ضرورت تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کہانی کو لکھتے لکھتے بیدی کے ذہن میں اسے فلمانے کا خیال آیا ہوگا جیسا کہ بعد میں اس کی فلم بنائی بھی گئی (پاکستان میں یہی کہانی مٹھی بھر چاول کے عنوان سے فلمائی گئی) افسانے اور فلم میں بنیادی فرق ہے۔

بیدی نے عورتوں کے بارے میں جس انداز سے لکھا ہے وہ نرا ان کا مشاہدہ ہے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ اپنا ہر مکالمہ اپنے مشاہدے کی بنیاد پر رکھتے ہیں۔ عورتوں کی نفسیات، ان کی دبی ہوئی جنسی خواہشیں، ان کی سوچ کا محور، ان کے سفلی جذبات، ان کی عقائد سے گہری وابستگی، ان کی محبت، ان کی نفرت،

www.urduchannel.in

ان کی بے وفائیاں اور حماقتیں، ان کے حسد و رقابت کے جذبے، ان کا والہانہ پن، ان کی روزمرہ زندگی میں ہونے والے واقعات، ان کی معاشرتی زندگی کے ڈھکے چھپے پہلو، ان کے ایک دوسرے پر گہرے طنز، ان کا عورت پن، دوسروں کی مکمل تفصیل دہرانے کی عادت، بیدی کے گہرے مشاہدوں کی عکاسی کرتی ہے۔ جب یہ عورتیں بلا خوف اور بے جھجک دل کھول کر باتیں کرنے لگتی ہیں تو یوں لگتا ہے کہ بیدی ٹیپ ریکارڈر آن کر کے ایک طرف چھپ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ عورتوں کو اس بات کا احساس بھی نہیں ہونے دیتے کہ کوئی ان کی بات سن رہا ہے۔ وہ جو کچھ بھی چاہتی ہیں اور جس انداز سے چاہتی ہیں اپنے دلی جذبات کا اظہار کرتی ہیں۔ وہ سب کا سب ٹیپ ہو رہا ہوتا ہے اور کیمرے کی آنکھ ان کی تمام حرکتوں کو محفوظ کر رہی ہوتی ہے۔ یہی فن کاری ہمیں عصمت چغتائی کے ہاں بھی ملتی ہے۔ انھیں بھی اس میں بڑی مہارت ہے۔ وہ ان باتوں میں بڑے بڑے فلسفے تلاش کر لیتی ہیں۔ نفسیات کی بڑی بڑی گتھیوں کو کھول کھول کر بیان کرنے لگتی ہیں۔ عورت ہونے کے ناتے جب وہ عورتوں کی مخصوص اور پوشیدہ باتیں کرنے لگتی ہیں تو جنسیات اور شہوانیات کے گل کھلتے چلے جاتے ہیں۔ وہ اپنی ذہانت کا مظاہرہ اس طرح بھی کرتی ہیں کہ جملوں کی نوک پلک سنبھال کر پیش کرتی ہیں۔ وہ اپنے کرداروں کی گفتگو جوں کی توں پیش نہیں کرتیں بلکہ اکثر و بیشتر ان کا نظریہ ان کے کرداروں پر مسلط ہو جاتا ہے اور ان کے نزدیک یہی فنکاری ہے۔ اگر وہ یہاں ذرا سی سمجھ داری سے کام لیں اور کرداروں کے ذہنی ارتقاء میں اپنی شخصیت کو نمایاں طور پر داخل نہ کریں اور ان کے فکری اور ذہنی ارتقاء کے علاوہ ان کی نشو و نما کو ایک آزاد ماحول میں پنپنے کا موقع دیں تو ان کے وہی کردار حقیقت نگاری کے وہ جوہر دکھائیں اور کہانی میں وہ رنگ بھریں کہ حقیقت کا گمان ہونے

www.urduchannel.in

لگے عصمت اپنے تخلیق کردہ کرداروں کی نفسیات اور سفلی جذبات کے پس منظر میں اپنے فلسفے کو اس طرح شامل کرلیتی ہیں کہ یہ کردار اپنی اصل شکل کے ساتھ ساتھ عصمت کا کردار بھی بن جاتے ہیں لیکن بیدی کا حال یہ ہے کہ وہ نیچرل کردار پیش کرتے ہیں۔ من وعن وہی کردار سامنے آجاتا ہے جو کہ ہے۔ وہ اپنا نقطۂ نظر بہت کم شامل کرتے ہیں۔ وہ ایسا جب ہی کرتے ہیں جبکہ وہ اسے ناگزیر تصور کرتے ہیں۔ بیدی کے فن کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنی ٹیپ کردہ باتوں کو ایڈٹ کرنا جانتے ہیں۔ یہ کوئی زیادہ ڈھکی چھپی باتیں نہیں ہوتیں ہر بالغ ان کے بارے میں جانتا ہے لیکن بیدی انھیں اس انداز سے پیش کرتے ہیں کہ ان کی نفسیات کی باریکیاں ابھر کر سامنے آجاتی ہیں، ذہنی الجھنیں نمایاں ہوجاتی ہیں یہاں جنسی آسودگی یا جنسی ناآسودگی کا پس منظر ہوتا ہے ممکن ہے کسی کو ان کی اس پیش کش میں کچھ خامی نظر آئے لیکن میں سمجھتا ہوں جذبوں اور نفسیات کی باریکیوں سے انکار مشکل ہے۔ یہ کردار جب باتیں کرتے ہیں تو اپنی طرف توجہ اس وجہ سے بھی مبذول کرلیتے ہیں کہ وہ تنہائی میں آزادانہ گفتگو کررہے ہوتے ہیں۔ اس لیے ان میں کوئی جھجک، مبالغہ یا بناوٹ اور تصنع نہیں ہوتا۔ ان کے جذبے کی صداقت اور سچائی قاری کی تمام تر توجہ اپنی طرف مبذول کرلیتی ہے۔ کام وہ بھی ان جملوں سے وہی لیتے ہیں جو عصمت لیتی ہیں لیکن بیدی کے کردار جو کچھ بھی سوچتے ہیں، بڑی معصومیت اور نہایت سادگی سے سوچتے ہیں اور کبھی کبھی تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ یہ بھی اندازہ نہیں کرپاتے کہ وہ جو کچھ سوچ رہے ہیں ان کا معاشرے میں کیا مقام ہے۔ وہ صرف سوچتے ہیں اور عمل کرتے ہیں۔ یہاں بیدی کے فن کی داد یوں بھی دی جاسکتی ہے کہ وہ بے ضرر، منہ پھٹ اور بے لاگ تبصرہ نگار ہیں۔ وہ بچوں کی بے عقلی کی باتوں کو بھی لطیفہ بناکر پیش کرتے ہیں۔ ان کے بارہ بجے والے لطیفے۔

www.urduchannel.in

شراب کی اچھی بُری خصوصیات، مسلمان سلامتیے کی آوارہ گردی، ہری داس لوہے کے لنگوٹ والے بابا کی بدمعاشیاں، ان عورتوں کی تصویریں جن کے بچے ان کے شوہروں کے نہیں تھے، دھرم شالاؤں میں چوہدریوں کی عیاشیاں اور خرمستیاں اکے والوں کی گفتگو، مسلمانوں کا مذہب کے نام پر جوش و خروش، عورت جاتیوں کی عصمت دری، سکھوں اور ہندؤں کے مذہبی ولولے، سکھوں کی مسلمانوں سے نفرت اور حقارت، اور مسلمانوں کی سکھوں سے نفرت، پنڈت، ملا، مسجد، مندر، عقیدے اور رسمیں اور ان کے مخصوص انداز، بیدی ان سب باتوں پر بڑی صاف دلی سے تیکھے، تند اور طنز سے بھرپور تبصرے کرتے چلے جاتے ہیں۔ بعض اوقات تو ان کی باتیں اتنی تلخ اور ترش ہو جاتی ہیں کہ پڑھنے والا بھی جذباتی ہو جاتا ہے اور بعض لوگوں کی تو حیرت سے آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں۔ اس کہانی میں عورتیں جس انداز سے پیش کی گئی ہیں یا وہ جس انداز سے باتیں کرتی ہیں وہ بہت ہی دلچسپ ہیں۔ اگر یہ باتیں نہ ہوتیں تو شاید بیدی کہانی کو آگے بھی نہ بڑھا پاتے اور دلچسپی کا عنصر جو کہ ناول کا ایک بے حد اہم جزء ہے قریب قریب ختم ہو جاتا۔

تلو کا اپنی بیوی سے محبت بھی کرتا ہے لیکن اپنے لفنگے پن سے باز نہیں آتا۔ وہ جانتا ہے کہ وہ کن خرافات میں ملوث ہے لیکن وہ اپنے ماحول کا ایک نمائندہ کردار ہے وہ یہ بھی جانتا ہے کہ وہ جو چوہدریوں کو جاتری عورتیں اور لڑکیاں مہیا کرتا ہے بہت خراب کام ہے لیکن وہ جس ماحول کا ایک پُرزہ ہے اس میں وہ اس کے نتائج کے بارے میں غور نہیں کر پاتا۔ اسے کبھی کبھی احساس ضرور ہوتا ہے مثلاً جب اس نے آخری بار بارہ تیرہ سال کی جاتری لڑکی کو چوہدریوں کے ہاں پہنچایا تو وہ رات بھر اپنے کیے پر پچھتاتا رہا۔ ایک دفعہ جب رانو کہتی ہے کہ وہ چوہدریوں

www.urduchannel.in

کے ہاں نوکری کرلے گی یہ سُن کر تلو کا کلرزا اٹھتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ چوہدری کیا کرتے ہیں۔ یہاں چوہدری بھی ایک علامت ہے جو معاشرے کو غلیظ تر کرتے ہیں۔

ہری داس لوہے کے لنگوٹ والے بابا کی بھی تقریباً ساری باتیں عورتوں کی زبانی سامنے آتی ہیں۔ عورتیں ہری داس کی باتیں بڑی دلچسپی اور عقیدت سے کرتی ہیں۔ ان میں سے اکثر عورتیں اپنی عصمتیں اس بابا کے ہاتھوں لٹا کر بھی عقیدت سے اس کے گرد منڈلاتی ہیں۔ یہ عورتیں خوب جانتی ہیں کہ ان کے کون سے بچے کا باپ کون ہے جب کہ مرد ان باتوں سے بے خبر ہیں۔

"۔۔۔۔۔ سائیں بابا جس کے بارے میں مشہور تھا کہ اس نے لوہے کا لنگوٹ پہن رکھا ہے۔ اور اب تک نہیں جانتا کہ عورت کیا چیز ہے؟ حالاں کہ چوبیس گھنٹے آٹھوں پہر اس کے گرد عورتوں ہی کا جھمگٹا رہتا۔ کوئی بیٹا مانگتی، کوئی اٹھرا کی دوائی، اکثر تو اپنے مردوں کو بس میں کرنے کے لیے ٹوٹکے ہی پوچھنے آتیں۔ ابھی کچھ ہی مہینے ہوتے اس نے پورن دئی مصرانی کو ٹوٹکا دیا جس سے نہ صرف وہ پیٹ والی ہوگئی بلکہ گیان چند اس کا مرد پاگلوں کی طرح اس کے ارد گرد چکر کاٹنے لگا۔ رانو بھی تلو کے کی مار سے بچنے کے لیے بار بار ہری داس سے ایک ٹونا لے آئی اور اس تاک میں لگ گئی کہ کب تلو کا کچا دودھ مانگے اور وہ ٹونے کو اس میں گھول کر پلا دے اور پھر پاس نہ آنے دے۔ ہاں جب منتیں کرے، پاؤں پڑے، ناک رگڑے۔ تب! لیکن ہفتوں تلو کے نے کچا دودھ مانگا نہ پیا۔۔۔۔"

اور جب بابا ہری داس کو سات سال کی سزا ہو جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا لوہے کا لنگوٹ بوسیدہ سے کپڑوں کا نکل آیا تھا ——— بابا ہری داس کی ایسی عبرت ناک سزا کو سن کر کوٹلے کی سب عورتیں چپ ایک دوسرے کے منہ پر کچھ ڈھونڈنے لگیں۔ پکڑی گئی تو پورن دئی برہمنی جو سب سے زیادہ

www.urduchannel.in

باتیں کرنے کی عادی تھی اور جس کے منہ سے ایکا ایکی "ہا" نکل آتی تھی اور آنکھوں سے آنسو۔ لوگ کہتے تھے جب تک گاؤں پر مندر کی چھتر چھایا ہے اور دیا دھرم والے لوگ، جو ہڑ کے کنارے اُڑ کر آ بیٹھنے والے کبوتروں کو دانا دنکا ڈالتے ہیں کوٹلے میں کوئی پاپ نہیں ہو سکتا۔ ہو گا بھی تو اس کی پوری سزا ملے گی جیسی کہ بھیروں کو ملی تھی۔

کتاب کے آخر میں جب رانو اپنے دونوں ہاتھ کلس کی طرف اٹھا دیتی ہے اور روتی دھوتی لرزتی اور کانپتی ہوئی کہتی ہے "ماں! اے دیوی ماں! اور ودیا پورو سے کہتی ہے کہ سب ہی آئے ایک تیرا ہری داس ہی نہیں آیا تو پودو جھوٹ موٹ روتے ہوئے اپنے شنبھو کے حرامی باپ کا ماتم کرنے لگتی ہے۔

پوری کہانی کا مرکزی کردار رانی ہے جسے سب رانو کہتے ہیں۔ رانو کے کردار پر بیدی نے خصوصی توجہ بھی دی ہے بلکہ یہ کہا جائے تو شاید غلط نہ ہو گا کہ دوسرے کردار رانو کے کردار کے لیے ہی تراشے گئے ہیں۔ وہ عورت پن کا ایک مکمل مظاہرہ ہے۔ وہ ماں ہے۔ بیوی ہے۔ بھابی ہے۔ بہو ہے۔ وہ اپنے فرائض خوب پہچانتی ہے وہ ایک بھرپور عورت کی طرح تلوکے پر اپنی گرفت رکھتی ہے۔ مکمل طور پر وہ ایسا نہیں کر پاتی لیکن وہ اس کے لیے اپنی بھرپور کوششیں کرتی ہے۔ اس کے لیے وہ بار بار پٹتی بھی ہے۔ اس کے چوٹیں بھی آتی ہیں اسے گھر سے نکال دینے کی دھمکی بھی دی جاتی ہے اور وہ نکل بھی جاتی ہے لیکن اس کا دل بچوں اور شوہر میں اٹکا رہتا ہے۔ جب عورتیں اسے بچانے اور سمجھانے کے لیے آتی ہیں تو وہ انھیں بھگاتی ہے کیا تمھارے ساتھ ایسا نہیں ہوتا؟ کیا تم اس دور سے نہیں گزریں؟ اور جب وہ یہ کہتی ہے کہ اس کا کیا ہے وہ دھرم شالہ میں چوہدری گوبردھن داس اور گھنشیام کے ہاں رہ لے گی اپنا پیٹ بھرنے کے لیے نوکری کر لے گی۔ تلو کا جب یہ

www.urduchannel.in

سنتا ہے تو کانپ اٹھتا ہے۔ اس لیے کہ وہ جانتا ہے کہ دھرم شالہ میں چوہدری لوگ کون سا کھیل کھیلتے ہیں۔ وہ رانی کو واپس لے آتا ہے۔ جھگڑا شراب پینے پر ہوا۔ ایسے جھگڑے ایسے گھروں میں عموماً ہوتے ہیں لیکن یہ جھگڑا تو کچھ زیادہ ہی بڑھ گیا تھا اور ممکن تھا کہ رانی اس پر قابو پا لیتی۔ سدا کی اختلاف رکھنے اور جلنے والی ساس نے اپنے بیٹے کو شراب پینے پر سرزنش تو نہ کی بلکہ اور شے دی کہ وہ اپنے پیسے ہی سے تو پیتا ہے۔ ماں کی اس حمایت سے تلوکا اور بھی شیر ہو گیا۔ یہاں ساس اور بہو کے ازلی بیر کی بھی عکاسی ہے محض مخالفت کی وجہ سے بہو کے خلاف ساس نے بات کی ورنہ شراب پینے اور مار پیٹنے کو وہ بھی اچھا نہیں سمجھتی تھی۔

اس وقت کا منظر تو بہت ہی اداس کر دینے والا ہے جبکہ تلوکا قتل ہو جاتا ہے اور اس کی لاش اکے میں لائی جاتی ہے۔ ایک کہرام مچ جاتا ہے۔ رانی وارث شاہ کے غم میں ڈوبے ہوئے اشعار پڑھتی ہے اور بے ربط باتیں کرتی ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ پاگل ہو گئی ہے غم کی شدت سے کہیں ہارٹ فیل نہ ہو جائے اُسے رلانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ وہ اگر نہ روتی تو ممکن تھا غم سے اس کا کلیجہ پھٹ جاتا۔ وہ تو اُسے رونا آ ہی گیا۔ پھر جو اس نے بین کیے ہیں وہ دل ہلا دینے والے ہیں۔ قاری کی آنکھیں بھیگ جاتی ہیں۔ بیدی نے اس غم کو لفظوں میں ڈھالنے کی بڑی مؤثر سعی کی ہے۔

یہاں بیدی نے معاشی بدحالی کے پس منظر میں اس گھر کی حالت کا نقشہ کھینچا ہے۔ رانی کو اپنی بیوگی کا شدید ترین احساس ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنی بڑی لڑکی کی شادی کے بارے میں فکرمند ہے۔ اپنے ماحول کو ذہن میں رکھتے ہوئے، اپنے معاشرے کی گراوٹ کے بارے میں سوچتے ہوئے اس کے ذہن میں بار بار ایک بات آتی ہے۔ بڑی کا کیا ہو گا؟ بڑی خوب صورت ہے۔ گوری چٹی ہے۔ الھڑ ہے۔ نوجوان ہے۔ زمانہ نازک ہے کہیں کوئی اونچ نیچ ہو گئی تو میں تو کہیں کی نہ رہوں گی۔

www.urduchannel.in

وہ اس کی خوب صورتی کو چھپانے کے لیے اُسے خراب سے خراب کپڑے پہناتی ہے۔ اس پر کڑی سے کڑی نظر رکھتی ہے۔ ہر وقت اس کے ذہن میں یہی بات رہتی ہے کہ اس وقت بڑی کہاں ہوگی اور اسے اس وقت کہاں ہونا چاہیے۔ رانی کی ساس بھی اپنی جگہ پر ایک روایتی ساس ہے جو بہو کو جا اور بے جا ٹوکتی ہے اسے اپنا دشمن تصور کرتی ہے اور وقت بے وقت بہو کا ٹوکنا، طعنے دینا، برا بھلا کہنا، بات بات پر لڑنے کی کوشش کرنا، ہر غلط کام کے لیے مورد الزام قرار دینا، ہر کام میں کیڑے نکالنا، منحوس سمجھنا اور بار بار اسی بات کا اظہار کرنا وہ اپنا فرض سمجھتی ہے۔ سسر بوڑھا ہے اور آنکھوں سے معذور ہے لیکن اسے بہو سے ہمدردی ہے۔ رانی کا دیور اور تلوکا کا بھائی منگل ہے جو تلوکے کے مرنے کے بعد اس کی جگہ لیتا ہے لیکن نہایت کھلنڈرا اور لاپرواہے۔ اسے گھر بار کی فکر نہیں۔ وہ بہت کم کماتا ہے۔ رانی اسے بھی غنیمت سمجھتی ہے رانی کو اس بات کی فکر کھائے جا رہی تھی کہ اتنے بڑے کنبے کا خرچ کس طرح چلے گا۔ رانی اور منگل کے تعلق کی خصوصیت یہ ہے کہ رانی اسے اپنی اولاد کی طرح سمجھتی تھی۔ اسے یہ بات یاد تھی کہ اس کی بڑی بیٹی اور منگل ایک ہی عمر کے تھے اور جب منگل ایک دن اس کا دودھ پینے پر مچل گیا تھا اور اس نے چھاتی باہر نکال کر دودھ پلانا چاہا تو منگل باہر بھاگ گیا تھا۔ کہانی اپنے نقطۂ عروج پر اس وقت پہنچتی ہے جب ایک دن ایک پڑوسی عورت یہ مشورہ دیتی ہے کہ رانی پر چادر ڈال دی جائے یعنی منگل اس پر چادر ڈال دے اور اس طرح وہ اپنے بڑے بھائی کا صحیح معنوں میں جانشین ہو کر رانی کو اپنی بیوی بنالے۔ رانی اور منگل دونوں ہی اس بات کے سخت مخالف ہیں اور نہیں چاہتے کہ ان کے درمیان ماں اور بیوی کا رشتہ قائم ہو۔ یہاں بیدی نے سکھ خاندان اور مخصوص معاشرے کی تفصیل دی ہے۔ لوگوں نے ان کے دلوں کی بات کو نہ پڑھا نہ جانا۔ رانی اسے اپنی اولاد

www.urduchannel.in

کی طرح سمجھتی ہے اور منگل اسے ماں سمجھتا ہے لیکن معاشرے کے مجوزہ اصولوں کے تحت انھیں میاں بیوی بننے پر مجبور کر دیا گیا۔ منگل نے جب انکار کر دیا تو اس پر ضرورت سے زیادہ سختی کی گئی۔ اس سے زبردستی رانی پر چادر ڈلوائی گئی۔ چادر ڈالنے سے پہلے جب وہ گھر سے فرار ہوا تو لوگ اس کے پیچھے لاٹھیاں اور گنڈاسے لے کر دوڑے۔ وہ ڈر کے مارے ایکھ کے کھیت میں چھپ گیا وہاں سے پکڑا گیا۔ اس کی پٹائی کی گئی۔ اس کی پگڑی کھل گئی۔ اُسے گھسیٹا گیا۔ اس کے بدن پر نیل پڑ گئے۔ وہ منع کرتا رہا لیکن کسی نے بھی اس کی بات نہیں سُنی۔ کوئی بھی اس بات کے لیے تیار نہیں تھا کہ یہ سنے کہ اس کے انکار کی وجہ کیا ہے؟ انھیں اس سے غرض بھی نہیں تھی۔ دوسری طرف یہی حشر رانی کا کیا گیا۔ وہ روتی رہی گڑگڑاتی رہی۔ دُھائی دیتی رہی جس کو وہ اپنی اولاد کے برابر سمجھتی رہی تھی اسے اس کا شوہر بنایا جا رہا تھا۔ کوئی بھی اس کی نہیں سُنتا تھا آخر میں اس نے یہ سوچ کر صبر کر لیا اس گھر میں رہنے اور اس کے بچّوں کی پرورش کرنے کا کوئی تو جواز ہونا چاہیے ——— وہ کافی عرصہ تک میاں بیوی ہوتے ہوتے بھی میاں بیوی نہیں تھے۔ عورتوں نے طعنے دیے، بُرا بھلا کہا۔ یہ سمجھانے کی کوشش کی گئی کہ اگر یہ سلسلہ یوں ہی رہا تو خسارے میں رہے گی پھر بچّوں کی پرورش کس کے سہارے سے ہو گی۔ منگل نے کوئی اور راہ فرار اختیار کر لی تو اس کی ذمّہ دار تُو اور صرف تُو ہو گی۔ مرد ذات ہے بہکایا جا سکتا ہے۔ تو عورت ہے اور اس کی قانونی بیوی ہے تیرا یہ فرض بھی ہے اگر تو نے توجہ نہ دی تو ساری عمر پچھتاتی رہے گی۔ ابھی بڑی کی شادی کرنی ہے دوسرے بچوں کی تعلیم اور پرورش کا مسئلہ ہے ——— ان تمام باتوں نے رانی پر یہ اثر کیا کہ وہ مجسم عورت بن گئی اس نے وہی کیا جو ایسی صورت میں ہر عورت کرتی ہے۔

ناول میں بیدی حقیقت پسندی پر زور دیتے رہے ہیں وہ ہر بات کی گہرائی

www.urduchannel.in

میں جاکر اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ ذہن جس انداز سے سوچتا ہے اسے من و عن بیان کر دیا جائے اور اس طرح ذہن اور زبان کے درمیان فاصلہ ختم کر دیا جائے اس لیے بیدی کے تخلیق کردہ کردار بڑے بے تکلف ہیں اور بعض اوقات تو یہ سوچے سمجھے بغیر ہی کہ ان کی بات کے کیا اثرات ہوں گے وہ بات منہ سے نکال دیتے ہیں۔ کہیں کہیں ان کا انداز شاعرانہ ہو جاتا ہے لیکن اس شاعری میں بھی وہ حقیقت پسندی کو نہیں چھوڑتے۔ پہلا ہی پیراگراف اس لحاظ سے متاثر کر دینے والا ہے۔

"آج شام سورج کی ٹکیا بہت ہی لال تھی۔ آج آسمان کے کوٹلے میں کسی بے گناہ کا قتل ہو گیا تھا اور اس کے خون کے چھینٹے نیچے بکائین پر پڑتے ہوئے، نیچے تلوکے کے صحن میں ٹپک رہے تھے۔ ٹوٹی پھوٹی کچی دیوار کے پاس، جہاں گھر کے لوگ کوڑا کرکٹ پھینکتے تھے ڈبو منہ اٹھا کر رو رہا تھا۔"

زبان کے سلسلے میں کہا جاتا ہے کہ ناول اور افسانے میں اس پر زیادہ زور نہ دیا جائے تو بہتر ہے۔ اس لیے کہ زبان کی طرف جب مصنف زیادہ توجہ دیتا ہے تو کہانی کی بے ساختگی اور روانی میں فرق آجاتا ہے لیکن میرا خیال یہ ہے کہ زبان کے ساتھ جان بوجھ کر پھوہڑپن عبارت کا حسن کم کر دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ناول کی زبان اُردوئے معلیٰ نہیں ہوگی لیکن ایسی بھی نہ ہو کہ منہ کا مزہ کرکرا ہو جائے اس لحاظ سے دیکھا جائے تو بیدی کے ہاں زبان کے سلسلے میں خاصے پھوہڑپن کا مظاہرہ ملتا ہے بعض اوقات تو وہ جملوں کی ساخت پر بھی غور نہیں کرتے۔ یہ درست ہے کہ کردار کی زبان سے ادا ہونے والے جملوں کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا اس لیے کہ کردار اپنی مخصوص زبان جو کہ وہ بول سکتا ہے۔ اسے اس بات کی اجازت ہوتی ہے۔ یہی اس کے کردار کی خوبی بھی ہے لیکن جہاں ناول نگار خود بول رہا ہو اور

www.urduchannel.in

وضاحتیں کر رہا ہو وہاں اس قسم کی گنجائش نہیں ہو سکتی۔ اسے اپنے کردار کی نسبت زیادہ احتیاط کے ساتھ اپنا مفہوم ادا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ اہتمام ہمیں عصمت چغتائی کے ہاں بھی ملتا ہے۔ کرشن چندر کے ہاں تو یہ اہتمام اتنا زیادہ ہے کہ بعض اوقات تو ان کے کردار شاعری کرنے لگتے ہیں اور قدم قدم پر زبان کا خیال رکھتے ہیں اور جہاں کرشن چندر خود بول رہے ہوتے ہیں وہاں وہ نثر میں شاعری کر رہے ہوتے ہیں۔ قرۃ العین حیدر کے کردار تو ہر بات ہی فلسفیانہ کرتے ہیں وہ لیے دیے رہ کر نہایت تمیز اور عقل و شعور کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں۔ اسے وہ بہت ضروری سمجھتے ہیں لیکن بیدی کے ساتھ حقیقت نگاری کا چکر زیادہ ہوتا ہے اور وہ زبان و بیان کی طرف سے غفلت برتتے ہیں بعض باتیں اور جملے تو کہانی کے سیاق و سباق ہی سے سمجھ میں آتے ہیں لیکن بعض جگہ وہ بات میں سے بات نکال کر بات کرتے ہیں اور اس طرح ان کی عبارت میں حسن پیدا ہو جاتا ہے۔ اور قاری پڑھتے پڑھتے لطف لیتا ہے مثال کے طور پر ایک جگہ تلو کا جب گھر پہنچتا ہے تو اس کے دونوں جڑواں بیٹے کھیل رہے تھے باپ کی آہٹ پاتے ہی ایک دم اپنے اپنے اردو کے قاعدے لے کر دیئے کی روشنی میں بیٹھ گئے اُدھر باپ نے آواز دی "پڑھو ادئے پڑھو" اِدھر بڑے بچے نے پڑھنا شروع کیا "وہ دیکھو الو بولا" تلو کے نے معاملہ فہمی کے انداز میں کہا، میں سب جانتا ہوں حرامیو! جس پر چھوٹا زور زور سے کہنے لگا "بک بک مت کر، بک بک مت کر، اور تلو کا اس نئی تعلیم کو ایک ناقابل علاج بیماری سمجھ کر سٹک گیا

یہاں بیدی یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ بچے اس ماحول میں تعلیم پا رہے ہیں جہاں والدین غلیظ قسم کی گفتگو کو غلیظ سمجھتے ہی نہیں۔ وہ گالیاں بکنے اور اوئے اور ابے تبے سے باتیں کرنے کو بُرا نہیں سمجھتے اور بچے کیوں کہ اس ماحول میں پرورش پا رہے ہے

www.urduchannel.in

ہیں اس لیے وہاں قاعدے میں گو کہ ایسا نہیں لکھا ہوگا لیکن وہ ایک انتقامی کارروائی کے تحت اپنے باپ کے سے انداز میں بدلہ لیتے ہوئے ایسے جملے ادا کرتے ہیں جو کہ ان کی تسکین کا باعث بنتے ہیں باپ کیوں کہ پڑھا ہوا نہیں ہے اس لیے وہ ان جملوں کو عجیب غریب سمجھ کر نئی تعلیم کو ناقابل علاج بیماری سمجھ کر سٹک گیا۔ یہاں بیدی کا اپنا نظریہ شامل ہوگیا ہے۔ تلو کا شعوری طور پر اتنا بیدار نہیں ہے کہ وہ نئی تعلیم کو ناقابل علاج بیماری تصور کرے۔

بعض جگہ بیدی کے جملے گنجلک اور مفہوم سے کچھ دور سے ہو جاتے ہیں۔ اگر ان میں سے کچھ مفہوم نکلتا بھی ہے تو اس سے صحیح طور پر لطف نہیں لیا جا سکتا۔ ان جملوں کا مفہوم سمجھنے میں کچھ دقت پیش آتی ہے۔ یہاں میں ان کی چند مثالیں پیش کرتا ہوں۔

"کوئی کپڑے کو دھو بنا کر چھنڈ رہا ہو" صفحہ ۱۰

"کوئی بیٹا مانگتی، کوئی اٹھرا کی دوائی" صفحہ ۱۱

"پنجوں سے زمین کے پڑے تک کھود ڈالتی" صفحہ ۳۶

"دفعان ہو جا۔ جو اندھا کانا ملتا ہے کر لے یہاں سے مرلے" صفحہ ۴۱

"آج کچھ اندر باہر تھا جب منگل قصبے سے لوٹا" صفحہ ۱۰۷

"جتنا آدمی پوری زندگی میں کرتا ہے، اتنا منگل نے سلامتی کو کوٹھے پر سے اپنے آپ تک پہنچنے میں سوچ ڈالا" صفحہ ۱۰۹

"کوئی جانتا نہ تھا سال کے اس حصے میں کوٹلے کی عورتیں کیوں اوپر سے سوکھتم اور نیچے سے استھول ہو جاتی ہیں" صفحہ ۱۴۴

"شاید اس نے گناہ نہیں گناہ نے اسے کیا تھا" صفحہ ۱۵۶

ایک چادر میلی سی کئی باتوں کی علامت بن گئی ہے اس میں غربت بھی پنہاں ہے،

www.urduchannel.in

معاشرتی اور معاشی مسائل ہیں، یہ ایک سماجی مسئلہ بھی ہے، یہ رسم و رواج کی بھی علامت ہے۔ یہاں یہ اس بات کی بھی علامت ہے کہ زندگی کے زخموں کو مندمل کرنے کے لیے انسان کیا کیا جواز تلاش کر لیتا ہے۔ یہ ایک میلی سی چادر تھی جس نے تلوکے کے بچوں کو پناہ دی۔ تلوکے کی بیوہ کی بیوگی ختم کی اور معاشرے میں اس خلا کو پُر کرنے کی سعی کی جو کہ حادثے کی وجہ سے پیدا ہو گیا تھا۔ یہاں بات پھر بیدی کی حقیقت نگاری کے نچلے تلے انداز کی آتی ہے۔ بیدی نے بہت سی بے رحم حقیقتیں پیش کی ہیں۔ جو بے رحم تو ہیں لیکن ان کا وجود جو اپنے وجود سے انسان کے گوناں گوں مسائل کو بار بار سامنے لاتی ہیں لیکن یہ باتیں تلخ ہونے کے باوجود دلچسپ ہیں اور ہماری زندگی کی مکمل طور پر عکاسی کرتی ہیں یوں تو یہ دو دو چار چار فقرے اور پیرے ہیں لیکن ان میں بلا کا تیکھا پن اور گہرائی و گیرائی ہے یہ ایسے پُر معنی اور بے ساختہ جملے ہیں جو صرف مفہوم ہی مفہوم ہیں۔ ان میں دلچسپی بھی ہے اور ہمارے معاشرے کی عکاسی بھی ہے۔

"پھر گاؤں کی عورتوں کی عجیب بات، اپنے مرد کا کچھ پتہ نہیں، دوسریوں کے مردوں کا کھایا پیا سب معلوم۔ رانو اپنے تلوکے کے بارے میں جب نواب اگے والے یا گوردا اس کی بیوی سے سنتی تو جل بھن کر راکھ ہو جاتی شاید راکھ نہیں کوئلہ! کیوں کہ اندر سے رانو بہت پکی تھی۔ تلوکا گھر لوٹتا تو وہ اس سے لڑتی، اسے کوستی کاٹتی اور پھر خود ہی مار کھاتی ہوئی ایک طرف جا بیٹھتی اور سوچتی! ایک طرح سے اچھا ہی ہے جو باہر ہی سے غصہ نکال آتا ہے اپنا۔ میرے جی کا جنجال تو نہیں ہوتا۔"

میاں بیوی کی اصل لڑائی کی وجہ معاشی بحران بتاتے ہوئے بیدی لکھتے ہیں "لیکن اب پچھلے چند برسوں سے دنیا ہی بدل گئی تھی نہ صرف بچے بڑے ہو گئے بلکہ منگل بھی آنکھیں دکھانے لگا اور تلوکا شراب پینے اور جنداں روایتی ساس کی شکل اختیار کرتے ہوئے بات بات پر کاٹنے لگتی اس کی اصل وجہ تو یہ تھی کہ آمدنی کے راستے مسدود ہو گئے تھے ادھر تلوکا ہفتے

www.urduchannel.in

میں دو تین دن گھر میں ہی پڑا رہتا، اُدھر حضور سنگھ کی آنکھوں میں موتیا بند اُتر آیا اور وہ ہمیشہ چارپائی پر بیٹھے کانوں سے دیکھنے کی کوشش کرتے اور ان کی آنکھوں کے پپوٹے صبح جوہڑ میں نہانے والے کبوتروں کی طرح پھڑ پھڑاتے رہتے۔"

تلوکا شراب پینے کا عادی ہے۔ رانی عام عورتوں کی طرح شراب کو اپنی سوت سمجھتی ہے۔ وہ جانتی ہے کہ تلوکا کے سامنے شراب کے بارے میں کچھ کہنے سے اس کی ہی پٹائی ہوگی لیکن وہ اپنے پٹنے سے ذرا بھی نہیں ڈرتی بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس عمل کی عادی ہوگئی تھی۔ وہ تلوکے سے جو کہ شراب کی بوتل لے آیا ہے لڑتی ہوئی کہتی ہے۔

"آج میں اس بات کا فیصلہ کر کے رہوں گی، آج اس گھر میں یہ رہے گی یا میں رہوں گی، اور رانو بوتل ڈھونڈنے دوڑی۔ آناً فاناً تلوکے کا آنکھ کا پانی مر گیا اس نے بھاگتی ہوئی رانی کو اس کے اڑتے ہوئے بالوں سے پکڑ لیا اور ایک ہی جھٹکے میں اس کا پٹڑا کر دیا۔ دیئے کی لو ایک بار بجھنے کو ہوئی اور پھر سیدھی ہو کر کانپنے لگی۔ بکائین پر بیٹھے ہوئے تلیئر اڑ گئے! ڈبو تن کر کھڑا ہو گیا اور پھر کچھ نہ سمجھتے ہوئے بھونکنے لگا! باپو! بچے اندھیرا ڈھونڈنے اور چھپنے لگے! ایک تو موقع پا کر گھر سے بھاگ گیا، دوسرا ایک کونے میں جا لگا، وحشت کے عالم میں کانپتا ہوا وہ ماں کی بجائے "آں آں" کہہ رہا تھا! حضور سنگھ چارپائی پر سے لپکا، فریاد کے سے انداز میں گالیاں دیتا ہوا" اوئے پاپیا، اوئے بے شرما! اوئے بے حیاوا" اور تنور پر گر کر جھلس گیا۔

پہلے ہلے میں رانی برابر آئی اس نے اپنی بتیسی تلوکے کے ہاتھ میں گاڑھ دی۔ تلوکے نے اور غضب ناک ہو کر اسے بار بار دیوار کے ساتھ مارا اور وہ گالیاں دیں جو اس نے کبھی اپنے جانور کو بھی نہ دی ہوں گی۔

www.urduchannel.in

"مار ڈالا ـــــــ ماں کو مار ڈالا۔" بڑی چلّا رہی تھی اور جب دادی باہر سے آئی تو بڑی کی شلوار گیلی ہو چکی تھی۔"

تلوکے کی ماں ایک عام روایتی ساس کے انداز میں حسبِ معمول بیٹے سے کچھ کہنے اور سرزنش کرنے کی بجائے بہو یعنی رانی کو ہی برا بھلا کہنے لگی، جلی کٹی سنانے لگی، کوسنے دینے لگی۔ اس کا نفسیاتی اثر یہ ہوا کہ تلوکا ماں کی شہ پاکر اور بھی شیر ہو گیا اس نے رانی کے کپڑے پھاڑ دیئے۔ اسے یوں کر دیا جیسے کہ وہ ابھی پیدا ہوئی ہو۔ ـــــ وہ زور زور سے چلّا رہا تھا! نکل جا! نکل جا میرے گھر سے! یہ گھر کی عام لڑائی کا ایک ایسا سچا نقشہ ہے کہ قاری متاثر ہوتا ہے۔ بیدی نے جیسے یہ آنکھوں دیکھا واقعہ لکھ دیا ہو اس کی حیثیت ایک کومنٹیٹر کی سی تھی۔

تلوکا ایک عام مرد ہے بلکہ وہ ان مردوں میں سے تھا۔ اندھیرا ہوتے ہی جن کی ساری اکڑ جاتی رہتی ہے اور سورج کی کرنوں کے ساتھ ہی اس کی مردانہ اکڑ لوٹ آتی ہے اور پھر وہ اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ ان کا رعب داب بھی قائم رہے۔ اس وقت تلوکے کو یاد بھی نہ رہا تھا کہ رات کو اس نے معافیاں مانگی تھیں۔ کان پکڑے تھے اور ناک سے زمین پر لکیریں کھینچی تھیں۔ رات گئی بات گئی۔ صبح اپنی خفت مٹانے کے لیے کہنے لگا "یہ نہ سمجھنا کہ میں تجھ سے ڈر گیا ہوں۔ عورتوں سے وہ ڈرتے ہیں جو نامرد ہوتے ہیں آج پھر لاؤں گا مٹھے مالٹے کی بوتل دیکھوں گا تو کیسے رد کرتی ہے؟"

تلوکے کے قتل کے بعد رانو پر ایک قیامت ٹوٹ پڑتی ہے۔ اس کی ذمہ داریوں میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ اسے سب سے زیادہ فکر اپنی بڑی بیٹی کی تھی۔ بڑی جوان ہو گئی تھی۔ رانو اکثر و بیشتر بڑی ہی کے بارے میں سوچتی رہتی تھی اس قسم کی ذمہ داریوں کو نبھاتے ہوئے عام طور سے عورتوں کے دل میں جو خیالات بار بار آتے ہیں بیدی نے ان کی عکاسی اچھی کی ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے انھوں نے عورتوں کی نفسیات کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔

www.urduchannel.in

"گورا رنگ نہ دیجیو پرماتما! سارا گاؤں بیری ہوگیا۔ رانو جتنا بڑی کو چھپانے کی کوشش کرتی اتنا ہی اس کا جوبن ان میلے اور بوسیدہ کپڑوں میں پھٹ کر سامنے چلا آتا وہ اس معصوم اور متحیر بچے کی طرح تھی جو باجے کی آواز سنتے ہی بے اختیار کھڑکی میں آکھڑا ہوتا ہے۔ بڑی کو یوں انجان اور بے خود دیکھ کر رانو سر ہلا دیتی اور کہہ اٹھتی! اس بے باپ کی بیٹی کا انت بُرا ہے۔ جس دن کسی دشمن کی اس پر نظر پڑ گئی یہ کہیں کی نہ رہے گی اور مارے ڈر کے رانو کانپنے لگتی۔ اسے سیلان کی بیماری ہوگئی اور بدن کی چربی یوں گھلنے لگی جیسے تپتے توے پر مکھن کی ڈلی گھلنے، پگھلنے لگتی ہے۔

رانو کے حساب سے بڑی دن بدن اپنی تقدیر کی تاریخ کے نزدیک پہنچ رہی تھی پچھلے ماگھ کی سنکرانت سے رانو کو بڑی کے 'نہانے' کا حساب رکھنا پڑ رہا تھا کہیں دو دن بھی اوپر ہو جاتے تو رانو اس سے عجیب طرح کے اُلٹے سیدھے سوال پوچھنے لگتی! تیسرے پہر کو تو کہاں تھی؟ پھر ایشراں کے ہاں سے کہاں گئی؟ مندر میں کون کون تھا؟ بھول گئی یا بابا ہری داس کو پھر وہ احتیاط گھر میں کاڑھا لاکر رکھتی۔ جھوٹ اور کفر کو اُبال پھینکنے کے لیے۔ جب کہیں دھڑکتے پھڑکتے ہوئے انتظار کے بعد اس بلوغ کے بوٹے پر کوئی نیا گل انار کھل اُٹھتا تو رانی کی جان میں جان آتی اور بڑی کو جلدی جلدی گھر سے نکال دینے کی سوچ میں لگ جاتی لیکن گھر میں تو بیس کوڑیاں نہ تھیں اسے رخصت کرنے، اپنے گھر بھیج دینے کے لیے ——— پھر رانو سوچتی! وہ خود بھی تو روٹی کپڑے کے وعدے پر چلی آئی تھی لیکن پرماتما نے جب اس کی بچی کو سسرال میں بھیجا تو روٹی کپڑے کا بھی وعدہ نہ کیا! گاؤں کے نوجوان لڑکے، ہر دوسرے تیسرے شام ڈسکے جاکر سنیما دیکھنے والے حرامی، بہن اور عورت میں تمیز کرنے کے قابل نہ رہے تھے۔ اتنا تو انھیں سمجھنا چاہیے تھا کہ کوٹلے کی سب لڑکیاں ان کی بہن ہیں اور عورتیں مائیں۔ اس پر بھی رانو ان میں سے کسی کے ہاتھ میں بڑی کا ہاتھ دے دیتی اور خود اس سارے حساب کتاب، اس ڈر

www.urduchannel.in

سے چھٹی پالیتی لیکن وہ بچے، بدمعاش، سب کے سب مہر کرم دین کے باغ میں گھستے توڑ، کچھ کھا، کچھ پھینک کر بھاگ اُٹھنے والوں میں سے تھے۔ ان کی رکھوالی کرنے والا کوئی نہ تھا۔ جلنے بڑی کی قسمت میں دیرو وال تھا یا ڈسکہ؟ بڈھا گورایا جانکی؟ یا دور لاہور؟ پشاور؟ رانو بیٹھی سوچ کے گزوں سے جدائیوں کے فاصلے ناپتی اور پھر عجیب عمل سے کھینچ کھینچا کر انھیں سیکڑتی، چھوٹا کر لیتی، اس پر بھی اُسے جھرجھریاں آتیں۔"

موجودہ معاشرے میں لڑکیوں کے مول تول کے بارے میں جو رسمیں رواج پا گئی ہیں ان کے بارے میں بھی بیدی نے تفصیل سے لکھا ہے۔ لڑکیاں پسند کی جاتی ہیں اور اسی حساب سے ان کی قیمت لگتی ہے اور جو لڑکیاں اس طرح سودے میں مول تول سے نہیں آتیں وہ ساری زندگی بڑے فخر کے ساتھ کہتی ہیں کہ اُسے خریدا نہیں گیا ہے اور وہ ان لڑکیوں سے کہیں افضل ہے جنھیں ان کے ماں باپ نے مول تول کر کے بیچا ہے۔ رانی گھر پر نہیں تھی۔ بڑی کو دیکھنے کے لیے لوگ آتے ہیں۔ یہاں دادی جنداں کی خود غرضی اور لالچ کی بھی تفصیل ہے وہ چاہتی ہے کہ رانی کی غیر موجودگی میں وہ ان لوگوں سے مول تول کر لے اور رانی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہونے دے۔

..... وہ تین آدمی تھے۔ ایک ادھیڑ عمر کا تقریباً بوڑھا اور باقی دو جوان۔ ایک تو صاف اس بوڑھے کا بیٹا معلوم ہوتا تھا اور دوسرا شاید اس کا دوست تھا ہو سکتا تھا بھائی ہی ہو لیکن شکل باپ پر نہ گئی ہو۔ دادی کے اشارے پر وہ بڑی کو اُٹھتے بیٹھتے، اندر آتے، باہر جاتے، دیکھ رہے تھے، نگاہوں سے تول رہے تھے، نوجوان کی نگاہیں تو پھر اُچٹ کر پڑتی تھیں لیکن بوڑھے کی سیدھی اور جہاں پہنچتیں وہیں چپک جاتیں، آخر جب بڑی نیچے گھڑے میں سے پانی ڈالنے کے لیے بیٹھی اور پھیلی تو بوڑھے نے ہنکارتے ہوئے کہا:

"ہاں!" اور پھر بولا ٹھیک ہے، سب ٹھیک ہے۔"

اس وقت بڑی کے ماتھے پر سے کسی خیال کی پرچھائیں گزری اور اس سے پہلے کہ دادی

www.urduchannel.in

جنداں اسے باہر جانے کو منع کرتی، بڑی ایک ہی زقند سے باہر بھاگ گئی اور اپنے پیچھے یہی خوشبو چھوڑ گئی جو نوخیز لڑکیوں کے بدن ہی سے آتی ہے۔

ہزار روپے سے آتے آتے ساڑھے پانچ سو پر فیصلہ ہوا۔ اس پر جنداں کو سوچنے کا موقع دے کر اپنی تسلی کرتے ہوئے وہ لوگ چلے گئے۔ جنداں نے موقع بھی ایسا تلاش کیا تھا جب کہ رانو گاؤں کی دوسری عورتوں کے ساتھ کپاس چننے کے لیے گئی ہوئی تھی۔ یہ رقم ان لوگوں سے لے گی کیسے؟ لڑکی انھیں دے گی کیسے؟ رانو سے تو پوچھنا ہی پڑے گا۔ لیکن اسے تو وہ اپنے دل سے، اپنے گھر سے ہمیشہ کے لیے بیگانہ کر چکی تھی۔"

بیدی نے رانو کو ایک ماں کی حیثیت سے جو پیش کیا ہے وہ معاشرے کی اچھی عکاسی ہے۔ وہ سماج کا گہرا مشاہدہ کرتے ہیں لیکن بعض اوقات وہ کچھ زیادہ ہی دور نکل جاتے ہیں۔ صرف تخیل ہی تخیل رہ جاتا ہے۔ اور تخیل بھی ایسا جس میں آفاقیت نظر نہیں آتی مثال کے طور پر انھوں نے رانی کے سوچنے کا انداز یہ دکھایا ہے کہ غربت کے خوف اور بیٹی کی شادی کی ضرورت کے تحت وہ اپنی عصمت بھی فروخت کر دیتی ہے (صرف تخیل کی حد تک) عورتیں بظاہر جب لڑتی ہیں یا مذاق کرتی ہیں تو بے ہودہ اور فحش باتیں کر لینے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کرتیں لیکن غور سے دیکھا جائے تو اس میں فطری طور پر فحاشی کا جذبہ نہیں ہوتا۔ اور پھر ایک کنواری لڑکی اور ایک ماں کے سوچنے میں معیار بھی مختلف ہوتا ہے رانی جو بیوی سے زیادہ ماں کے روپ میں اُبھر کر سامنے آئی ہے اس کا اپنی بیٹی کے لیے اپنی عصمت کو فروخت کر دینے کا خیال بھی اس کی عصمت کو پاش پاش کر دینے کے مترادف ہے ممکن ہے کبھی کوئی ایسا حادثہ ہو گیا ہو لیکن ایک مثالی ماں کے ذہن میں اس قسم کا تصور ذہن میں آنا عقل سے بعید ہے۔ رانی بڑی کے بارے میں سوچ رہی ہے

"........ گھر میں کھانے کو کچھ نہیں، بیاہ ہو گا بھی تو کیسے؟ ایک لمحے کے لیے اُسے خیال آیا، آج مہربان داس چودھری ہوتا، ایک ہی رات میں بیٹی کا جہیز تیار

www.urduchannel.in

کرلیتی اور پھر اسے اپنے سامنے طوطیاں بجاتی، ناچتی، گاتی ہوئی برات، سہرے باندھے ہوئے لڑکے کے حوالے کردیتی اور جب ڈولی اٹھتی تو دور کھڑی دیکھتی، روتی، دیکھتی لیکن کبھی نہ کہتی: بیٹی! تیرے سہاگ کے لیے رات ایک ماں نے اپنا سہاگ لٹایا تھا۔" یہ صحیح ہے کہ اس نے یہ سوچ کر اپنے منہ پر ایک زور کا طمانچہ بھی مارا یعنی اسے اس بات کا احساس ہوا کہ اس نے بہت ہی غلط بات سوچی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ماں کی ایک عظمت ہے اور رانی کو ایک مثالی ماں بناکر پیش کیا گیا ہے۔ ماں کی عظمت اس بات کی غماز ہے کہ اتنی گری ہوئی بات اس کے ذہن میں بھی نہ آئے۔ اس پر ہی بس نہیں ہوا بلکہ رانی مزید سوچتی ہے۔

"پھر پانچ ساڑھے پانچ سو ملیں گے تو یہ پھاپھاں مجھے کچھ دے گی تھوڑے ہی؟ آخر بیچنا ہی ہے تو ایک ہی بار ساڑھے پانچ سو میں کیوں؟ کیوں نہ میں اسے لے کر شہر نکل جاؤں اور تھوڑا تھوڑا کرکے بیچوں؟ لاہور میں سینکڑوں ہزاروں بابو لوگ پھرتے ہیں جو کچھ دیر کے بہلاوے کے لیے پندرہ پندرہ، بیس بیس روپے دے جاتے ہیں! کھانے کو چنگی چوکھی ملے گی، پہننے کو ریشم کھین کھاب، تھوڑے ہی دنوں میں روپوں اور کپڑوں سے صندوق بھر جائیں گے۔"

ایسی باتیں ایک عورت، جو اپنے آپ کو مجبور اور زمانے کی ستائی ہوئی تصور کرتی ہے خود کے بارے میں تو، ایک لمحے کے لیے تصور کر لیجیے، سوچ سکتی ہے لیکن جب ایک ماں کا تصور ذہن میں آتا ہے تو ایسا سوچنا میرے خیال میں حقیقت پر مبنی نہیں۔ بیدی نے بھی اس بات کو سوچا ہے لیکن کچھ دیر کے بعد، ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ اپنے اس خیال کی تردید کر رہے ہیں۔

"۔۔۔۔۔ جب ہی زنّاٹے کا ایک تھپڑ کی آواز سنائی دی جو رانو نے خود ہی اپنے منہ پر مار لیا تھا اور اب ہمیشہ کی طرح انجانے خوف سے کانپنے لگی تھی۔"

www.urduchannel.in

بیدی ایک چابکدست فنکار ہیں بعض اوقات وہ عورتوں سے ایسی باتیں بھی اگلوا لیتے ہیں جسے شاید عورتیں باقید ہوش وحواس بہت ہی مشکل سے اقرار کرتی ہیں یہ حقیقت نگاری کے ساتھ ساتھ مشاہدے کی بھی مثال ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے وہ اس قسم کی عورتوں میں ان سے اوجھل رہ کر بھی موجود رہتے ہیں اور بڑے غور سے ان کی باتوں کو ٹیپ کرتے رہتے ہیں چنوں رانی کو منگل سے شادی کر لینے پر آمادہ کر رہی ہے۔

"دیکھ! تجھے اس دنیا میں رہنا ہے کہ نہیں؟ اس پیٹ کا نرک بھرنا ہے کہ نہیں؟ اپنی شرم کو ڈھانپنا ہے کہ نہیں؟ بڑی آئی ہے نخروں والی!..... سوچ تو موئے! دو شادیاں یہاں کس مائی کی جائی کو ملتی ہیں کرنے کو؟ جس کے ساتھ ہو گئی سو ہو گئی۔ بیچ میں دوچار ہو جاتے ہیں۔ لیکن وہ کوئی اچھی بات ہے؟ ہر بکت ڈر سے جان نکلی رہے، ہاں مردوں کی بات الگ ہے۔ یہ دنیا ان کی۔ کوئی پوچھتا بھی ہے؟ کوئی جو باہر سے آکر تیرے منگل سے کرلے گی۔ تو کیوں نہ کرے؟ سلامتی کی سنی ہے نا تو نے؟ کھیر، وہ سب باتیں چھوڑ، تجھے اپنی بیٹی کا بیاہ بھی کرنا ہے کہ نہیں کرنا؟"

ایک اور جگہ چنوں رانی کا ہاتھ دباتے ہوئے اور اُسے ہوش میں لاتے ہوئے کہتی ہے۔ "تجھے ہی تو گرم کرنے کے لیے یہ ساری مصیبت کی ہے کیا برف ہوئی جا رہی تھی..... مری کیوں جا رہی ہے؟ کچھ ہونے والا نہیں۔ ان موئے مردوں پر جب لادی ڈالی جاتی ہے، سب ایسا ہی کرتے ہیں۔ ہم عورتیں یہ نہ کریں تو سب کی سب دھری رہ جائیں تو تو جانتی ہے۔"

لیکن بعض جگہ بیدی عورتوں کو بالکل اپنے خیال جیسا سمجھتے ہیں۔ بے حیا سے بے حیا عورت حد تو یہ ہے شاید طوائف بھی اس طرح نہیں کرتی جیسا کہ بیدی نے سلامتی اور منگل کے واقعے کو پیش کیا ہے۔ سلامتی نے منگل سے سیر کرنے کے لیے کہا

www.urduchannel.in

تھا اس کا مطلب بھی عام سیر سے نہیں لیکن بیدی نے اس واقعے کو اس طرح پیش کیا ہے آہستہ مگر مضبوط آواز سے منگل نے پکارا! "سلامتیے!"

"ہوں"! سلامتی ایک میٹھی سی آواز میں بولی۔

"اِدھر آ" وہ بولا اور سلامتی جواب دیئے بغیر منگل کے پاس آگئی، رک گئی۔

"اُتار دے دوپٹہ" منگل بولا۔

سلامتیے نے دوپٹہ الگ پھینک دیا۔

"نکال دے قمیض۔"

سلامتی نے قمیض اُتار دی، ایک لڑکی کے لیے سب سے مشکل بات لیکن اس لمحے کی سولی پر لٹکی ہوئی سلامتی اپنا ارادہ ہی کھو بیٹھی تھی دائیاں ہاتھ بائیں اور بایاں ہاتھ دائیں شانے پر رکھے وہ تھوڑا جھک گئی۔ اس وقت تو منگل صرف اتنا ہی کہتا ہے کہ جا اب سیر ہو گئی لیکن اس سلامتی سے، اس کی رانی سے شادی ہونے کے بعد ملاقات ہوتی ہے۔ سلامتی اس کی شادی سے خوش ہے اور چاہتی ہے کہ اسے برہنہ حالت میں شور مچا کر پکڑوا دے۔

جتنا آدمی پوری زندگی میں کرتا ہے اتنا منگل نے سلامتی کو کوٹھے پر سے اپنے آپ تک پہنچنے میں سوچ ڈالا۔ سلامتی آکر منگل سے کچھ دور کھڑی ہو گئی چپ چاپ!

منگل نے پوچھا! کیا بات ہے سلامتیے۔"

"کچھ نہیں" سلامتی بولی۔ اس کی آواز میں شکائتیں تھیں، حکائتیں تھیں اور آنسو تھے۔ گویا وہ کہہ رہی تھی! تیرے سامنے بیٹھ کر روؤں گی لیکن تجھے دکھ نہیں بتاؤں گی۔"

"بتانا" منگل نے کچھ آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

سلامتی تھوڑا پیچھے ہٹ گئی جیسے وہ ڈر گئی تھی "پرے پرے" سلامتی بولی۔

ایک خوشبو اُڑ کر سلامتی کی طرف آئی۔ یہ خوشبو گاؤں کی خوشبو میں سے نہ تھی۔ کیوں کہ ان

www.urduchannel.in

خوشبوؤں سے منگل کے مشام پوری طرح واقف تھے یہ شہر کی خوشبوؤں میں سے تھی جو محبت کو ایک قسم کی گوارا سی عفونت دے دیتی ہے۔ بخلاف اس پسینے اور غلاظت کی بہ بو کے جو تندرست بدنوں کی ناتمام محبت اور اس کی تب و تاب میں صندل ہو جاتی ہے منگل کے دل میں اوا خر بھادوں کی ہواؤں سے جو شعلہ ایکا ایکی بھڑک اٹھتا تھا اس "برے برے" سے اور بھی لپک اٹھا۔ سلامتی کے رکھ رکھاؤ کی پروا نہ کرتے ہوئے وہ آگے بڑھا اور بولا!

"تو مجھ سے ڈرتی ہے؟"

"ہاں —" سلامتی بولی۔ یاد نہیں اس دن؟"

"ہاں یاد ہے" منگل بولا — پر سب دن ایک سے تھوڑے ہوتے ہیں سلامتیے؟ اور وہ آگے بڑھ گیا۔

سلامتی پیچھے ہٹی "نہیں، نہیں" کہتی دیوار سے جا لگی۔ اس نے سوچ رکھا تھا منگل کے ہاتھ پکڑتے ہی شور مچا دے گی اور اسے پکڑوا کر اپنی بے عزتی کا بدلہ لے گی ایک لمحے کے لیے اسے خیال آیا اگر یہ ریچھ کا بچہ، اس ایک جست کے فاصلے کو، جو اس کے اور منگل کے بیچ میں رہ گیا تھا، پار کر کے اسے پکڑ لے اور اس کا منہ بند کر لے یا منہ کو بالوں سے بھرپور چھاتی میں بھینچ لے تو وہ کیا کر لے گی؟ اس کی ساری کی ساری منصوبہ بندی دھری کی دھری رہ جائے گی...... اور ریچھ آہستہ مگر یقیناً اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ سلامتی کی آواز گلے میں اٹک گئی۔ وہ کانپ رہی تھی اور نہ جانتی تھی منگل پر بھی کوئی لرزہ چھا رہا ہے۔ صرف ایک قدم، اور سلامتی کے لیے اب سب کچھ ناممکن العمل ہو گیا تھا، دونوں برابر آمنے سامنے کھڑے ایک دوسرے کی آنکھوں کو تلاش کر رہے تھے، دو بلوں کی طرح اندھیرے میں گھور رہے تھے۔ ایسے میں صرف عورت کا دماغ کام کرتا ہے، مرد کا نہیں۔ جیسے پھر مرد کا کرتا ہے، عورت کا نہیں۔

www.urduchannel.in

اس ایک قدم کے فاصلے کو منگل کی بجائے سلامتی نے پاٹ لیا اور اچک کر منگل سے چمٹ گئی اس نے من جانے کے انداز سے منگل کے بڑھتے ہوئے ہاتھوں کا جارحانہ عمل روک دیا اور منگل ایک میٹھی سی آواز میں بولا۔

"بولو، کیا کام تھا؟"

"کچھ نہیں ـــــ" سلامتی بولی۔ سوچا تھا ملے گا تو تجھ سے کہوں گی "اڑیا جتھے تیرے ہل وگدے، او تھے لے چل چرخا میرا" اور پھر وہ ہنس دی۔

منگل نے پھر ہاتھ آگے بڑھائے۔ سلامتی بولی! پاگل ہو گیا ہے یہ بھی کوئی وقت ہے، جگہ ہے؟

"نہیں نہیں"۔

"نہیں"

"تو پھر کب؟ کہاں؟"

سلامتی نے ایکھ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا وہاں ..... اور جب منگل واپس جانے لگا تو سلامتی کا بدن ہوا میں پڑے سلگتے ہوئے کوئلے کی طرح کبھی بھڑک اٹھتا اور کبھی بجھ جاتا۔

بیدی نے جو ماحول پیش کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں ناجائز حمل یا پھر ایسے حمل جنھیں وہ ضائع کرنا چاہتی ہیں بڑے اشتیاق سے سرمادائی سے کاڑھا اور جوشاندہ خرید لاتی ہیں تاکہ وہ بچے کو ضایع کر سکیں اور کسی کو علم ہی نہ ہو کہ کیا ہوا تھا۔ یہ بات حسب معمول سی معلوم ہوتی ہے جیسے یہ کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ کوئی خاص بات ہی نہیں ہے۔ سلامتی کی بڑی بہن عنایتی جو کہ سرمادائی سے کاڑھا لے کر آرہی ہوتی ہے اور اپنے پیٹ کو ملوک سنگھ کا آوا نہیں بنانا چاہتی ہے۔ وہ اپنے شوہر مراد (جسے وہ نامراد کے نام سے یاد کرتی ہے) سے پوچھنے بیٹھتی تو اب تک گیارہ ہوتے ـــــ سلامتی کو یہ بات

www.urduchannel.in

سن کر جھرجھری سی آجاتی ہے۔ وہ الھڑ بہت کچھ نہ جانتی تھی لیکن کائنات میں مادہ بھی جس کے رحم ہوتا ہے۔ وضع حمل اور تولید کے نام ہی سے جس کے اندر ایک نامحسوس سی کسمساہٹ دوڑ جاتی ہے۔"

سلامتی اس دن والا بے شرمی والے واقع کے بارے میں سوچتی ہے۔ اس دن کا ڈھاڑتے والا منظر اس کی آنکھوں کے سامنے پھر گیا اور شرم و خجالت سے وہ لال ہو اٹھی۔ نہ جلنے کیا ہو گیا مجھے! ایسے بھی کوئی مانتا چلا جاتا ہے کسی کی بات؟ وہ کہتا اتارے اور بھی کچھ تو میں وہ بھی اتار دیتی۔ پاگل! کیسے پھر گلی میں آکر کرتا پہنا اور اپنے یہ دوزخی چھپائے۔ اللہ! کوئی دیکھ لیتا تو؟"

یہی نہیں بیدی عورتوں کی باتوں میں دلچسپی لے کر اپنے پڑھنے والوں کے لیے بھی چٹخارے پیدا کرتے ہیں۔ ان کی ان باتوں میں پڑھنے والوں کو چاشنی محسوس ہوتی ہے منگل سے رانو کی شادی ہوتی ہے۔ رانو کی یہ دوسری شادی ہے۔ منگل اس کا دیور تھا اور شادی کے لیے رضامند نہیں تھا۔ رانی کی سہیلیاں اس سے رات کی بات کی تفصیل معلوم کرنا چاہتی ہیں جو ان کے دلوں میں جاگتے خوابوں کی حیثیت سے ہوتے ہیں وہ سب کچھ جانتی ہیں لیکن پوچھ کر، دوسرے کے منہ سے کہلوا کر شاید وہ اپنی انا اور زبانی جنسی تسکین کے لیے مواقع فراہم کرتی ہیں۔

گاؤں بھر کی عورتیں کیا چنوں اور کیا پورن دئی، کیا ودیا اور کیا سرو پو سب نے کچھ ہوا نی ــــــ نی کچھ ہوا؟ پوچھ پوچھ کر غریب رانو کا ناک میں دم کر دیا تھا۔ رانو جواب میں صرف اتنا ہی کہتی! رنڈیو! شکر نہیں کرتیں میرا گھر بس گیا ہے۔ روٹی کپڑا ملنے لگا ہے مجھے؟ اب مجھے اس گھر سے کوئی نہیں نکالے گا۔ کوئی میری بیٹی کو نہیں بیچے گا۔"

لیکن وہ سب شہد کی مکھیاں یوں ہی چھوڑنے والی تھوڑے تھیں؟ دیر تک وہ رانی کے گرد بھنبھناتی رہتیں اور اس کے کوکھوں میں چپے دے دے کر پوچھتیں!

"کیا مطلب؟ ساری رات وہ ایسے ہی پڑا رہتا ہے؟"

"ہاں"

"تو اِدھر وہ اُدھر؟"

"ہاں"

"تو بھی اسے بلانے کی کوشش نہیں کرتی؟"

"نہیں"

"کیوں نہیں، ناسن پیٹے؟ وہ تیرا وہ ہے، شادی کی ہے تیرے ساتھ، چادر ڈالی ہے تجھ پر؟"

رانو رونکھی ہو اٹھی اور بول اٹھی! چادر ڈالی ہے تو کیا ہوا؟ مجھے اب بھی وہ ویسا ہی لگتا ہے، جیسے پہلے لگتا تھا۔"

اس پر سب ہنکار اٹھتیں، "ہو ہائے!" "پھٹے منہ" "درلعنت" اور پھر وہی

"تمھیں نیند کیسے آتی ہے؟"

"جیسے پہلے آتی تھی"

"وہ بھی سو جاتا ہے بس ایسے ہی؟"

"ہاں"

"رات کو اٹھتا، اکڑتا، جماہی بھی نہیں لیتا؟"

اس پر سب ہنس پڑتیں اور ایک دوسرے کو "چھبیاں" دینے لگتیں اور آخر سمجھاتیں۔

"تو کچھ کر گشتی جمانے کی، نہیں تو ہاتھ سے جاتا رہے گا۔"

بوڑھی بیچ میں بول اٹھتی! کہو تو تجھے ایک ٹونا لادوں؟"

"ہاں جی" یا حامی بھرتی۔

www.urduchannel.in

"نہیں نہیں" رانو کہتی : "میں کوئی ٹونا دونا نہیں کروں گی"

"تو پھر بیٹھ کر روئے گی" پورو تنبیہاً کہتی۔

وہ یا معنی خیز انداز میں پورو کی طرف دیکھتے ہوئے بول اٹھتی "تو تو نہیں روتی نا؟"

پورو ایک دم شرم اور لاج کو ایک طرف رکھتی، اپنی جوتیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتی "میری روتی ہے یہ" میں ٹوٹکا نہ لاتی، میرا شمبھو پیدا نہ ہوتا تو یہی چاچا تمھارا مجھے گھر سے نکال دیتا۔ اس پر سب کھلی کپاس کی طرح ہنس پڑتیں اور پورن دئی ایک بڑی سی آنکھ پھیلا کر، سب کو چاروں طرف دکھا کر مارتی تس پہ چنوں پوچھ لیتی : بابا ہری داس کے کتنے دن رہ گئے ہیں ؟"

یہاں بیدی نے یہ بتایا ہے کہ یہ عورتیں ایک دوسرے کی کمزوریوں سے واقف ہیں اور وقت پڑنے پر اس کمزوری کو لطف لے لے کر یاد بھی کر لیتی ہیں اور ساتھ طنز بھی کرتی رہتی ہیں اس طرح گویا ان کی ایک طرح سے تسکین بھی ہوتی ہے ـــــ بعض اوقات بیدی فلسفیانہ گفتگو بھی کرنے لگتے ہیں۔ وہ اپنے کرداروں کا اور ان کی نفسیات کا گہری نظر سے جائزہ لیتے ہیں۔

"رانو بھی عام عورتوں کی طرح تھی جو شادی کے پہلے ہی روز اپنے شوہروں کے چہرے دیکھنا سیکھ جاتی ہیں۔ اس پر آنے والے ایک ایک شکن کو جاننے پہچاننے لگتی ہیں جو ان کا مرد کوئی گناہ کر کے آتا ہے تو انھیں لامحالہ پتہ چل جاتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ کچھ نہیں کہتیں۔ باتیں کرتے میں وہ ان کے زیر و زبر دیکھ لیتی ہیں بلکہ چوکھٹ کے اندر پہلا ہی قدم ان کی پوری جاتک، پوری الف لیلیٰ ان کے سامنے دھرا دیتا ہے۔"

"ـــــ اور عورتیں، جن کی نظروں کے افق پر ہمیشہ دولھے رہتے ہیں اور نیچے دلہنیں، جن کے کان شہنائی کی آواز سننے کے لیے شہوانی، آنکھیں برا نہیں دیکھنے کی متمنی ہوتی ہیں۔ ایک دم بے خود اور پاگل ہوا ٹھتیں۔ ۔ ۔ ۔ انھیں تو زرتار سہرے

www.urduchannel.in

رنگائے، سر پر کلغی سجائے، ہاتھ میں تلوار لیے، گھوڑی پر چڑھا ہوا دولھا نظر آرہا تھا اور ساتھ جانوروں، بندروں اور سوروں کی برات جو پھٹے پرانوں میں سے ان کا جوبن لوٹنے جا رہی تھیں۔"

جب ہم پورے ناولٹ کا جائزہ لیتے ہیں تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ بیدی نے جس جوش، جذبے اور لگن سے لکھنا شروع کیا تھا اسے وہ آخری وقت تک اسی جذبے کے ساتھ قائم نہ رکھ سکے۔ وہ بنیادی طور پر مختصر افسانے کے آدمی ہیں یہ ان کا پہلا ناولٹ ہے مختصر افسانوں پر انھیں مکمل عبور حاصل ہے۔ افسانے میں وہ فن کی باریکیوں کو زیادہ بہتر طور پر پیش کر سکتے ہیں اگر غور سے دیکھیں تو "ایک چادر میلی سی" بھی ایک مختصر طویل افسانہ ہے کہیں کہیں انھیں اور بھی زیادہ اختصار سے کام لینے کی ضرورت تھی۔ ناولٹ کے آخر میں تو یوں لگتا ہے جیسے بیدی کا دم پھول گیا۔ بڑی کی شادی کرانا نہ جانے کیوں انھوں نے ضروری سمجھا۔ حالاں کہ وہ اس کی کوشش نہ بھی کرتے تب بھی ناولٹ رانی کے واقعات پر مکمل تھا۔ بڑی کی شادی کے ذکر سے کہانی کچھ اُلجھ گئی ہے۔ وہ لڑکا جو کہ بڑی کے لیے پسند کیا گیا تھا وہ کمسن جاتری کا بھائی تھا جس نے تلوکے کی شہ رگ پر دانت گاڑھ دیے تھے۔ ناولٹ میں اس لڑکے کی مزید تفصیل نہیں ہے کہ اس کا حشر کیا ہوا۔ یقیناً قتل کے جرم میں اسے عمر قید ہوئی ہوگی پھر اس کی بھی تفصیل نہیں ہے کہ وہ کب اور کیسے واپس آیا، اس نے بڑی کو کہاں دیکھا۔ وہ کیا حالات تھے جن میں وہ لڑکا یہ کہتا ہے کہ میں صرف بڑی سے شادی کروں گا —— تلوکے کے قاتل کو منگل اور اس کے والدین نے کس طرح پسند کر لیا۔ رانی اتنی آسانی سے اس کے ساتھ بڑی کی شادی کے لیے کس طرح تیار ہو جاتی ہے —— یہ ساری باتیں کچھ عجیب سی لگتی ہیں یہاں آخری حصے میں کہانی میں جھول پیدا ہو گیا ہے۔ اگر بیدی اس لڑکے کی شادی بڑی سے کروانے پر اتنے ہی بے چین تھے تو کچھ اور تفصیل کی ضرورت تھی۔

www.urduchannel.in

مجموعی طور پر بیدی ایک حساس فنکار ہیں وہ کہانی کے فن سے واقف ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے کرداروں کی ذہنی نفسیات کے اظہار پر بھی قادر ہیں۔ وہ ان کی دبی ہوئی جنسی خواہشوں، ان کی امنگوں، ولولوں اور جذبوں سے واقف ہیں۔ کرداروں کی تخلیق میں وہ بڑے اعتدال سے کام لیتے ہیں۔ ان کرداروں کا ذہنی ارتقاء خود بخود ہوتا ہے۔ ان کے کردار مصنف کے کہنے پر نہیں چلتے بلکہ وہ بڑے بے باک اور ذہین ہیں۔ سکھوں کا معاشرہ اور دیہاتی زندگی ان کی ذاتی مشاہدے کی چیز ہے۔ رسم و رواج، بولچال کا انداز اور پھر ذہنی کیفیات کے اظہار میں وہ بڑی چابکدستی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ حقیقت پسندی ان کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔ وہ اپنے کرداروں کی کوئی بات بھی پوشیدہ نہیں رکھنا چاہتے اور اس طرح قاری اپنے آپ کو ایک ایسا فرد تصور کرتا ہے جو خود یہ ساری باتیں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اور وہ اس مخصوص دنیا میں گم ہو گیا ہے ——— بیدی معاشرے کی بے رحمیوں کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ حادثات اور واقعات جس طرح انسان کو جکڑ لیتے ہیں اس کی سچی تصویریں قاری کے سامنے آتی ہیں۔ ان سب باتوں کو بیدی اتنے مؤثر اور دلچسپ انداز سے پیش کرتے ہیں کہ قاری کہانی ختم کیے بغیر کتاب نہیں رکھتا۔

---

www.urduchannel.in